

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے... فرمایا اے ابن رواحہ! اللہ تم کو ثابت قدم رکھے۔
ہشام بن عروہ نے کہا ہے کہ اللہ نے ان کو اس دعا کی برکت سے خوب ثابت قدم رکھا
حتیٰ کہ آپؐ شہید ہوئے اور ان کے واسطے جنت کے دروازے کھول دیے گئے

اخلاص و وفا کے پیکر بدری صحابی حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی سیرت مبارکہ کا تذکرہ

تیس سال کے قریب فضل عمر ہسپتال میں خدمات بجالانے والے، غریب پرور، دعا گو، صابر و شاکر
ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب کی وفات۔ مرحوم کا ذکر خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 24 جنوری 2020ء بمطابق 24 ص 1399 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، (سرے)، یو کے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۗ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

آج جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت عبد اللہ بن رواحہ۔ حضرت عبد اللہ کے والد کا نام رواحہ
بن ثعلبہ تھا اور ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو تھا جو انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو حارث
بن خزرج سے تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور بنو حارث بن خزرج کے
سر دار تھے۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی بعض نے ابو رواحہ اور ابو عمرو بھی بیان کی ہے۔

(أسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۵ عبد اللہ بن رواحہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۸ء)

انصار کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اور
حضرت مقدادؓ میں مواخات قائم فرمائی تھی۔ ابن سعد کے مطابق آپؐ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی
تھے۔

(الاصابہ فی تبيين الصحابه جلد ۲ صفحہ ۳۰ عبد اللہ بن رواحہ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۵ء)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ حدیبیہ، غزوہ خیبر اور عمرہ القضاء سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔ آپؓ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ غزوہ موتہ کے سرداروں میں سے ایک سردار آپؓ بھی تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ خطبے کے دوران آپؓ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ سنتے ہی آپؓ مسجد سے باہر جس جگہ کھڑے تھے وہیں بیٹھ گئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے فارغ ہوئے اور یہ خبر آپؓ کو پہنچی تو آپؓ نے ان سے فرمایا کہ

زَادَكَ اللهُ حِرَاصًا عَلَى طَوَاعِيَةِ اللهِ وَطَوَاعِيَةِ رَسُولِهِ، کہ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی خواہش میں اللہ تمہیں زیادہ بڑھائے۔ اسی طرح کا واقعہ کتب احادیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بھی ملتا ہے اور یہ واقعہ ان کے حوالے سے میں ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بھی یہی روایت ہے۔ وہ بھی باہر بیٹھے تھے، جب سنا تو دروازے میں بیٹھ گئے اور پھر اسی طرح بیٹھے بیٹھے اندر آئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جہاد میں سب سے پہلے گھر سے نکلتے اور سب کے بعد لوٹتے تھے۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں اُس دن سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا ذکر نہ کروں۔ جب وہ سامنے سے آتے ہوئے مجھ سے ملتے تو میرے سینے پر ہاتھ رکھتے یعنی کہ ایسا تھا کہ ہر روز جب بھی وہ ملتے اور روزانہ ملتے تو تب بھی ان کی باتیں ایسی تھیں کہ ان کا ذکر ضروری ہے اور پھر آگے بیان کر رہے ہیں کہ جب بھی وہ سامنے سے آتے، مجھے ملنے کے لیے آتے یا مجھے ملتے تو عبداللہ بن رواحہؓ میرے سینے پر ہاتھ رکھتے۔ حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں اور جب وہ جاتے ہوئے مجھے ملتے تو میرے کندھوں کے درمیان میں ہاتھ رکھتے اور مجھ سے کہتے کہ يَا عُوَيْبِرُ، اجْلِسْ فَلْنُؤْمِنُ مِنْ سَاعَةٍ کہ اے عویمر! بیٹھو تھوڑی دیر ایمان تازہ کریں۔ پس ہم بیٹھتے اور اللہ کا ذکر کرتے جتنا اللہ چاہتا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کہتے کہ اے عویمر یہ ایمان کی مجالس ہیں۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷ عبد اللہ بن رواحہؓ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۸ء)

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۳ صفحہ ۳۲ عبد اللہ بن رواحہؓ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۱۰ء)

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب الامام یکلّم الرجل فی خطبته حدیث ۱۰۹۱)

حضرت امام احمد کی کتاب 'کتاب الزهد' میں بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جب کسی ساتھی سے ملتے تو کہتے آؤ گھڑی بھرا اپنے رب پر ایمان لانے کی یاد تازہ کر لیں۔ اسی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن رواحہؓ پر رحم فرمائے۔ اسے ایسی مجالس سے محبت ہے جس پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ بِنِ رَوَاحَةَ کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کتنے ہی اچھے آدمی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو فتح خیبر کے بعد پھلوں اور فصل وغیرہ کا اندازہ لگانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ اتنے بیمار ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کرنے کے لیے آئے۔ فرمایا اے اللہ! اگر اس کی مقدر گھڑی، اس کی مقررہ گھڑی کا وقت ہو گیا ہے تو اس کے لیے آسانی پیدا کر دے۔ یعنی اگر اس کی وفات کا وقت ہے تو آسانی پیدا کر دے اور اگر اس کا وقت موعود نہیں ہوا تو اسے شفا عطا فرما۔ اس دعا کے بعد حضرت عبداللہؓ کے بخار میں کچھ کمی ہوئی، انہوں نے کمی محسوس کی تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا پہاڑ۔ ہائے میرا سہارا۔ جب میں بیمار تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ لوہے کا گرز اٹھائے کھڑا یہ کہہ رہا تھا کہ کیا تم واقعی ایسے ہو؟ تو میں نے کہا ہاں۔ جس پر اس نے مجھے وہ گرز مارا۔

ایک اور روایت اس بارے میں اس طرح ہے اور یہ زیادہ صحیح لگتی ہے۔ کہتے ہیں کہ فرشتے نے لوہے کا ایک گرز اٹھایا ہوا تھا اور وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا تم ایسے ہو جس طرح تمہاری ماں کہہ رہی ہے۔ کہ تم پہاڑ ہو اور میرے سہارے ہو؟ یہ تو شرک والی بات بنتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کہتے ہیں کہ اگر میں کہتا کہ ہاں میں ایسا ہوں تو وہ ضرور مجھے گرز مار دیتا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 417 عبداللہ بن رواحہ، دار الفکر 2012ء)

آپ شاعر بھی تھے اور ان شاعروں میں سے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخالفین کی بیہودہ گویوں کا جواب دیا کرتے تھے۔ ان میں سے چند شعر یہ ہیں

إِنِّي تَقَرَّسْتُ فِيكَ الْخَيْرُ أَعْرِفُهُ
وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ مَا خَانَنِي الْبَصْرُ

أَنْتَ النَّبِيُّ وَ مَنْ يُحَرِّمُ شَفَاعَتَهُ
يَوْمَ الْحِسَابِ فَقَدْ أَزْرَى بِهِ الْقَدْرُ
فَثَبَّتَ اللَّهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنِ
تَثْبِيتِ مُوسَى وَنَصْرًا كَالَّذِي نَصَرُوا

کہ میں نے آپ کی ذات مقدس میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بھلائی پہچان لی تھی اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر نے دھوکا نہیں کھایا۔ آپ نبی ہیں۔ قیامت کے دن جو شخص آپ کی شفاعت سے محروم کر دیا گیا بے شک قضاء و قدر نے اس کو بے وقعت کر دیا۔ پس اللہ ان خوبیوں پر ثبات بخشنے جو اس نے آپ کو دی ہیں جس طرح موسیٰؑ کو ثبات قدم رکھا اور آپ کی مدد کرے جیسا کہ ان نبیوں کی مدد کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کو سن کر فرمایا کہ اے ابن رواحہ! اللہ تم کو ثبات قدم رکھے۔ ہشام بن عروہ نے کہا ہے کہ اللہ نے ان کو اس دعا کی برکت سے خوب ثابت قدم رکھا حتیٰ کہ آپؐ شہید ہوئے اور ان کے واسطے جنت کے دروازے کھول دیے گئے۔ اس میں شہید ہو کر داخل ہوئے۔

ابن سعد کی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (الشعراء: 225) اور رہے شاعر تو محض بھٹکے ہوئے ہی ان کی پیروی کرتے ہیں تو حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں انہی میں سے ہوں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (الشعراء: 228) سوائے ان کے جو ان میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے۔ معجم الشعراء کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ زمانہ جاہلیت میں بھی بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اور زمانہ اسلام میں بھی ان کو بہت بلند مقام اور مرتبہ حاصل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک شعر حضرت عبد اللہؓ نے ایسا کہا ہے کہ اسے آپؐ کا بہترین شعر کہا جاسکتا ہے۔ وہ شعر آپؐ کی دلی کیفیت کو خوب بیان کرتا ہے جس میں حضرت عبد اللہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

لَوْ نَمَّ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ
كَانَتْ بِدِيهَتِهِ تَنْبِيكَ بِالْخَبَرِ

کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں کھلے کھلے نشانات اور روشن معجزات نہ بھی ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی حقیقتِ حال کی آگاہی کے لیے کافی ہے۔

(الاصابہ فی تبيين الصحابة لابن حجر عسقلانی جلد ۴ صفحہ ۲ تا ۵، عبد اللہ بن رواحہ ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ۲۰۰۵ء)

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۶ عبد اللہ بن رواحہ ۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۸ء)

(الطبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۰۱ عبد اللہ بن رواحہ ۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جاہلیت کے زمانہ میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے حالانکہ اس زمانے میں عرب میں کتابت بہت کم تھی۔ غزوہ بدر کے اختتام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینے کی طرف اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو عوالی کی جانب فتح کی نوید سنانے کے لیے بدر کے میدان سے روانہ فرمایا۔ عوالی مدینہ کے بالائی جانب وہ علاقہ ہے جو چار میل سے لے کر آٹھ میل کے درمیان ہے۔ اس میں قبائ کی بستی اور چند دیگر قبائل رہتے ہیں، اسے کہتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں اونٹ پر داخل ہوئے۔ آپ عصا سے حجرِ اسود کو بوسہ دے رہے تھے۔ آپ کے ہمراہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی تھے جو آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے اور یہ اشعار کہہ رہے تھے کہ

خَلُّوا	بَنِي	الْكَفَّارِ	عَنْ	سَبِيلِهِ
نَحْنُ	ضَرَبْنَاكُمْ	عَلَى	تَأْوِيلِهِ	
ضَرْبًا	يُزِيلُ	الْهَامَ	عَنْ	مَقِيلِهِ

کہ اے کفار! آپ کے راستے سے ہٹ جاؤ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رجوع کرنے پر تمہیں ایسی مار ماری جو سروں کو مقامِ استراحت سے ہٹا دے۔

حضرت قیس بن ابو حازم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ سے فرمایا کہ اترو اور ہمارے اونٹوں کو حرکت دو یعنی کچھ شعر کہہ کر اونٹوں کو تیز کرو جسے حدی کہتے ہیں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے یہ کلام ترک کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا سنو اور اطاعت کرو۔ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ یہ اشعار کہتے ہوئے اپنے اونٹ سے اترے کہ

يَا رَبِّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزَلْنَا سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَتَبَّتْ أَلْقَادِمَ الْكُفَّارِ إِنَّ كُفَّارًا قَدْ بَعَا عَلَيْنَا

کہ اے پروردگار! اگر تو نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے۔ نہ تو صدقہ و خیرات کرتے۔ نہ نماز پڑھتے۔ ہم پرسکون و اطمینان نازل فرما اور جب ہم دشمن کا مقابلہ کریں تو ہمارے قدم ثابت رکھ کیونکہ کفار ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ وکیع نے کہا کہ دوسرے راوی نے اتنا اور اضافہ کیا تھا کہ

وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا

کہ اگر وہ فتنہ و فساد برپا کرنا چاہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔ یعنی اس فتنہ اور فساد کا سدباب کرتے ہیں اور اسے برپا نہیں ہونے دیتے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان پر رحمت کر۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہی سے یہ رحمت تو واجب ہوگئی۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے لیے اپنے بستر سے نہ اٹھ سکے۔ آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میری امت کے شہداء کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کی۔ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے۔ فرمایا تب تو میری امت کے شہداء کم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے اور پیٹ کی بیماری سے فوت ہونا شہادت ہے اور پانی میں ڈوب کر فوت ہونا شہادت ہے اور وہ عورت جس کی زچگی میں وفات ہو جاتی ہے یہ سب شہادت کی اقسام ہیں۔

(الطبقات الكبرى جلد ۳ صفحہ ۳۹۸ تا ۴۰۰ عبد اللہ بن رواحہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

(معجم البلدان جلد ۴ صفحہ ۱۸۷)

(الطبقات الكبرى جلد ۲ صفحہ ۱۳ باب غزوة بدر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۰ء)

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو سردار لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابوطالبؓ ان کی جگہ پر ہوں۔ پھر اگر حضرت جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ سردار بنیں۔ اگر عبد اللہؓ بھی شہید

ہوں تو مسلمان جس کو پسند کریں اس کو اپنا سردار بنالیں۔ پس جب لشکر تیار ہو گیا اور اہل لشکر کوچ کرنے لگے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرداروں کو رخصت کیا اور ان کو سلامتی کی دعادی۔ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرداروں کو اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو رخصت کیا تو حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے لگے۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بخدا مجھے دنیا کی محبت اور اس کی شدید خواہش اور شوق نہیں ہے بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا ہے کہ **وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا** (مریم: 72) کہ اور تم میں سے کوئی نہیں مگر وہ ضرور اس میں جانے والا ہے یعنی دوزخ میں۔ یہ تیرے رب پر ایک طے شدہ فیصلے کے طور پر فرض ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ پل صراط چڑھنے اور پار اترنے میں میرا کیا حال ہو گا۔ اس سے پہلے کی آیت میں دوزخ کا ذکر ہے۔ اس لیے ان کو خوف پیدا ہوا تھا ورنہ دوسری آیات میں صاف ظاہر ہے کہ مومن اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے بارے میں یہ ذکر نہیں ہے۔ بہر حال مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تمہارے ہمراہ ہے۔ وہی تم کو ہم تک خیر و خوبی سے واپس لائے گا۔

تفسیر صغیر کے حاشیے میں لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں دونوں طرح ہے کہ ایک تو یہ مومنوں کے لیے نہیں ہے کافروں کے لیے ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور احادیث سے اس بارے میں تشریح بھی فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جو تفسیر صغیر کے حاشیے میں بھی لکھا ہے کہ ”قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخیں دو ہیں۔ ایک اس دنیا کی، ایک اگلے جہان کی۔ یہ جو فرمایا ہے کہ ہر ایک شخص دوزخ میں جائے گا اس سے یہ مراد نہیں کہ مومن بھی دوزخ میں جائیں گے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ مومن دوزخ کا حصہ اسی دنیا میں پالیتے ہیں۔ یعنی کفار انہیں قسم قسم کی تکالیف دیتے ہیں۔ ورنہ مومن قرآن مجید کی رو سے اگلے جہان میں دوزخ میں کبھی نہیں جائیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید مومنوں کے متعلق فرماتا ہے کہ **لَا يَسْعَوْنَ حَسْبَهَا** یعنی مومن دوزخ سے اتنے دور رہیں گے کہ وہ اس کی آواز بھی نہیں سن سکیں گے۔ پس مومنوں کے دوزخ میں جانے سے مراد ان کا دنیا میں تکالیف اٹھانا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کو بھی ایک قسم کا دوزخ قرار دیا ہے۔ فرمایا **الْحُسَى حَطُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنَ النَّارِ** یعنی بخار دوزخ کی آگ کا مومن کے لیے ایک حصہ ہے۔“

(تفسیر صغیر زیر مریم: 72)

بہر حال یہ اس کی تھوڑی سی وضاحت ہے اور جو رخصت کیا مسلمانوں نے، مومنوں نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں کے شر سے بچائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اس وقت یہ اشعار پڑھے کہ

لِکِنِّیْ اَسْأَلُ الرَّحْمَانَ مَغْفِرَةً
وَ ضَرْبَةً ذَاتَ فَرْعٍ یَقْدِفُ الزَّبَدَا
أَوْ طَعْنَةً بِيَدَیْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً
بِحَرَابَةٍ تُنْفِذُ الْأَحْشَاءَ وَالْکِبَدَا
حَتَّى یَقُولُوا إِذَا مَرُّوا عَلَیْ جَدَثِیْ
يَا اَرَّشَدَ اللهُ مِنْ غَازٍ وَ قَدْ رَشَدَا

لیکن میں خدائے رحمن سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تلواروں کا ایسا وار کرنے کی توفیق مانگتا ہوں جو کشادہ گھاؤ والا ہو اور تازہ خون نکالنے والا ہو جس میں جھاگ اٹھ رہی ہو اور نیزے کا ایسا حملہ جو پوری تیاری سے خون کے شدید پیا سے کے ہاتھوں سے کیا گیا ہو جو انٹریوں اور جگر کے پار ہو جائے یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو کہیں کہ اے جنگ میں شامل ہونے والے! اللہ تیرا بھلا کرے اور اس خدانے بھلا کر دیا ہو۔

پھر عبداللہ بن رواحہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رخصت کیا۔ لشکر نے کوچ کیا یہاں تک کہ معان مقام پر پڑاؤ کیا۔ معان ملک شام میں حجاز کی جانب بلقاء کے نواح میں ایک شہر ہے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ہر قتل ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عربی فوج کے ساتھ ماب مقام پر موجود ہے۔ ماب بھی ملک شام میں بلقاء کے نواح میں ایک شہر ہے۔ مسلمانوں نے دو دن معان میں قیام کیا اور آپس میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کو بھیج کر اپنے دشمن کی کثرت سے خبر دیں۔ یعنی کہ دشمن بہت بڑی تعداد میں ہے یا تو آپ ہماری مدد کریں گے یا کچھ اور حکم دیں گے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے مسلمانوں کو جوش دلایا۔ چنانچہ وہ لوگ باوجودیکہ تین ہزار تھے آگے بڑھے اور رومیوں سے بلقاء کی ایک بستی مشارف کے قریب جا ملے۔ مشارف، ملک شام میں اس نام کی کئی بستیاں تھیں جس میں ایک حوران شہر کے پاس ہے، ایک دمشق کے قریب،

لکھتے ہیں کہ

”اس کا افسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی زیدؓ کو مقرر کیا تھا مگر ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت زید کو لشکر کا سردار بناتا ہوں۔ اگر زید لڑائی میں مارے جائیں تو ان کی جگہ جعفرؓ لشکر کی کمان کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ کمان کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو پھر جس پر مسلمان متفق ہوں وہ فوج کی کمان کرے۔ جس وقت آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت ایک یہودی بھی آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میں آپؐ کو نبی تو نہیں مانتا لیکن اگر آپؐ سچے بھی ہوں تو ان تینوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں آئے گا کیونکہ نبی کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ وہ یہودی حضرت زیدؓ کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ اگر تمہارا رسول سچا ہے تو تم زندہ واپس نہیں آؤ گے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا میں زندہ آؤں گا یا نہیں آؤں گا اس کو تو اللہ ہی جانے مگر ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچا ہے۔“ یعنی نہ مانتے ہوئے بھی یہودی اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ آپؐ کی بات پوری ہوگی لیکن پھر بھی جنہوں نے نہیں ماننا ان لوگوں کی ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔ آپؐ لکھتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ یہ واقعہ بالکل اسی طرح پورا ہوا۔ پہلے حضرت زیدؓ شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی وہ بھی شہید ہو گئے اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی لیکن وہ بھی مارے گئے اور قریب تھا کہ لشکر میں انتشار پیدا ہو جاتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بعض مسلمانوں کے کہنے سے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح دی اور وہ خیریت سے لشکر کو واپس لے آئے۔“

(فریضہ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 405-406)

یہ واقعہ جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں، یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لیکن اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے اخلاص و وفا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار اور اسلام سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لیے یہ یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے انہیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس کے پیچھے فدک کے علاقے کی چادر تھی۔ آپؐ نے اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھایا ہوا تھا۔ آپؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لیے بنو حارث بن خزرج قبیلہ میں

تشریف لے گئے۔ یہ بدر کے واقعے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرکین اور یہود ملے جلے بیٹھے تھے۔ ان میں عبد اللہ بن اُبی بھی تھا اور اس مجلس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ جب مجلس میں سواری کی گرد پھینچی تو عبد اللہ بن اُبی نے اپنی ناک اپنی چادر سے ڈھانک لی۔ پھر کہنے لگا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں السلام علیکم کہا پھر ٹھہرے اور سواری سے اترے اور انہیں اللہ کی طرف بلا یا اور ان پر قرآن پڑھا۔ عبد اللہ بن اُبی کہنے لگا کہ اے شخص! یہ اچھی بات نہیں۔ جو تم کہتے ہو اگر وہ سچ ہے تو ہماری مجالس میں ہمیں تکلیف نہ دو اور اپنے ڈیرے کی طرف لوٹ جاؤ اور جو تمہارے پاس آئے اس کے پاس بیان کرو۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہماری مجالس میں تشریف لایا کریں۔ ہم یہ پسند کرتے ہیں۔ اور اس وقت انہوں نے کوئی خوف نہیں کھایا اور کسی کی کوئی پروا نہیں کی۔ بعد میں وہاں جھگڑا بھی ہوا لیکن بہر حال ان کا اپنا ایک کردار تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد و السیر باب فی دعاء النبی ﷺ الی اللہ ... حدیث ۱۷۹۸)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم میں اصحاب کو بھیجا جس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی شامل تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ مہم میں شامل باقی اصحاب تو روانہ ہو گئے انہوں نے کہا، عبد اللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ پیچھے رہ کر جمعے کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر کے میں ان سے جا ملوں گا۔ پھر جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تجھے کس چیز نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونے سے روک دیا؟ انہوں نے عرض کی کہ میری خواہش تھی کہ میں آپ کے ہمراہ نماز جمعہ ادا کروں پھر ان سے جا ملوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ زمین میں جو کچھ ہے اگر تم وہ سب خرچ کر ڈالو تو جو لوگ مہم پر روانہ ہو گئے ہیں تم ان کے فضل کو نہیں پاسکتے۔

(سنن الترمذی ابواب الجمعة باب ماجاء فی السفر یوم الجمعة حدیث ۵۲)

اس لیے فرمایا کہ جو مہم میں نے روانہ کی ہے اس کی اس وقت نماز جمعہ سے زیادہ اہمیت ہے۔ راستے میں تم لوگ پڑھ سکتے تھے۔

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے

مہینے میں شدید گرمی میں نکلے اور گرمی اتنی شدید تھی کہ ہم میں سے ہر کوئی سروں کو گرمی سے بچانے کے لیے ہاتھوں سے ڈھانپتا تھا اور ہم میں کوئی روزہ دار نہیں تھا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب التخییر فی الصوم و الفطر فی السفر حدیث ۱۱۳۲)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ”مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبویؐ کی تعمیر کا تھا۔ جس جگہ آپؐ کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی وہ مدینہ کے دو مسلمان بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی جو حضرت اسعد بن زرارہؓ کی نگرانی میں رہتے تھے۔ یہ ایک افتادہ جگہ تھی جس کے ایک حصہ میں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت تھے اور دوسرے حصے میں کچھ کھنڈرات وغیرہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد اور اپنے حجرات کی تعمیر کے لیے پسند فرمایا اور دس دینار یعنی قریب نوے روپے میں یہ زمین خرید لی گئی اور جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعائے سنگ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قباء کی مسجد میں ہوا تھا صحابہؓ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعض اوقات اینٹیں اٹھاتے ہوئے صحابہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ انصاری کا یہ شعر پڑھتے تھے

هَذَا الْحِجَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَدَ
هَذَا أَبْرُ رَبَّنَا وَأَطَهْرُ

یعنی یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں ہے جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے بلکہ اے ہمارے مولیٰ! یہ بوجھ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کے لیے اٹھاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی صحابہ کام کرتے ہوئے عبد اللہ بن رواحہؓ کا یہ شعر پڑھتے تھے

اللَّهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْأَخْرَجَةِ
فَارْحَمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

یعنی اے ہمارے اللہ! اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے۔ پس تو اپنے فضل سے انصار و مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔ جب صحابہؓ یہ اشعار پڑھتے تھے تو بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے اور اس طرح ایک لمبے عرصے کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوئی۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 269 تا 270)

یہ ذکر حضرت عبداللہ بن رواحہ کا ہے اور کیونکہ ایک جنازہ بھی میں نے پڑھانا ہے اور مرحوم کا ذکر بھی کرنا ہے۔ اس لیے آج ایک صحابی کا ہی ذکر کر رہا ہوں۔

اب جیسا کہ میں نے کہا کہ ایک مرحوم کا ذکر کرنا ہے۔ یہ ہمارے محترم ڈاکٹر لطیف احمد قریشی صاحب ہیں جو منظور احمد قریشی صاحب کے بیٹے تھے۔ 19 جنوری 2020ء کو دوپہر ایک بجے کے قریب اپنے گھر میں تقریباً 80 سال کی عمر میں بقضائے الہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔ اجیر شریف انڈیا میں پیدا ہوئے تھے اور 1937ء میں ان کے والد منظور قریشی صاحب نے حضرت مصلح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کی والدہ مکرمہ منصورہ بشریٰ صاحبہ ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت منشی فیاض علی صاحب کپور تھلوی صاحبؒ کی نواسی اور حضرت شیخ عبدالرشید میرٹھیؒ کی پوتی ہیں۔ وہ ابھی حیات ہی ہیں۔ مکرم ڈاکٹر قریشی صاحب کے والدین قیام پاکستان کے وقت ہجرت کر کے لاہور آ گئے تھے۔ یہیں انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اس میں اچھی پہلی پوزیشن لی۔ پھر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں داخل ہوئے اور اس وقت کے سب سے چھوٹی عمر کے طالب علم تھے جنہوں نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کیا۔ وہاں کے پرنسپل نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا۔ 1961ء میں پھر یہ مزید تعلیم کے لیے انگلستان آ گئے اور یہاں پہلے بچوں کے امراض میں ڈپلومہ کیا۔ پھر ایم۔ آر۔ سی۔ پی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر یویل (Yeovil) سومرسیٹ (Somerset) میں کنسلٹنٹ کی جاب ان کو مل گئی۔ وہاں خصوصیت کے ساتھ دل کے امراض میں مہارت حاصل کی۔ 1968ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو فرمایا کہ آپ ہمارے پاس کب آرہے ہیں؟ تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا جب آپ حکم دیں۔ چنانچہ آپ نے کہا آپ آجائیں۔ چنانچہ انگلستان ترک کر کے ربوہ منتقل ہو گئے اور فضل عمر ہسپتال ربوہ میں ڈاکٹر صاحب کا تقرر ہوا اور پھر یہ لمبا عرصہ وہاں کام کرتے رہے۔ 11 جولائی 1983ء بطور چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال مقرر ہوئے اور 87ء تک اس خدمت پہ مامور رہے۔ ساٹھ سال کی عمر تک فضل عمر ہسپتال کی خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ 20 اگست 98ء کو ریٹائرڈ ہوئے۔ 6 ستمبر 98ء کو دوبارہ فضل عمر ہسپتال جوائن کر لیا اور 10 ستمبر 2000ء تک اللہ کے فضل سے آپ کو فضل عمر ہسپتال میں خدمت کی توفیق ملی۔ اس طرح فضل عمر ہسپتال میں ان کی خدمت کا عرصہ تقریباً تیس سال

پر محیط ہے۔ ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب علاوہ اس کے کہ واقفِ زندگی ڈاکٹر رہے، خدام الاحمدیہ مرکزیہ، انصار اللہ مرکزیہ میں بھی مختلف عہدوں پر ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ آج کل بھی رکن خصوصی انصار اللہ تھے۔ اس عرصے میں دو سال یہ مجلس افتاء کے ممبر بھی رہے۔ انہوں نے دو کتابیں بھی لکھیں جو خاص طور پہ پاکستان کے لوگوں کے لیے تھیں۔ حفظانِ صحت کے اصول اور healthy living۔ ان کی اہلیہ بھی چند دن پہلے فوت ہوئی تھیں اور ان کا ذکر میں نے کیا تھا۔ وہ مولانا عبد المالک خان صاحب کی بیٹی تھیں۔ گذشتہ جمعہ ان کا بھی جنازہ میں نے پڑھایا تھا۔ اس سے دو دن بعد اور ان کی وفات کے کوئی پندرہ دن بعد ان کی بھی وفات ہوگئی۔ ان کے پسماندگان میں بھی جیسا کہ میں نے ان کی اہلیہ کے ذکر میں بھی ذکر کیا تھا کہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر عطاء الممالک کہتے ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے والد صاحب نے کبھی تہجد کی نماز نہیں ترک کی۔ اسی طرح ہماری والدہ ہمیں بتاتی تھیں کہ شادی کے پہلے دن سے تہجد کی نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ غرض تقریباً پچاس سال سے زائد عرصہ تک روزانہ بلا ناغہ تہجد کا اہتمام کیا۔ اُمی کی آخری بیماری میں بھی جبکہ والد صاحب بہت محنت سے ان کی صحت کا خیال رکھتے تھے اور ڈائلیسس (dialysis) کروانے کے لیے ہسپتال بھی لے جانا ہوتا تھا۔ اور وہاں بھی کئی کئی گھنٹے بیٹھنا ہوتا تھا۔ بے آرامی بھی تھی لیکن اس کے باوجود کبھی تہجد نہیں چھوڑی۔ مریضوں سے انتہائی ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ غریب پرور تھے۔ دور دور سے غریب مریض آپ کے پاس آتے، دوائی لیتے اور شفا پاتے۔ کئی مریضوں سے فیس بھی نہ لیتے۔ بعض دفعہ اپنے پاس سے مدد کر دیتے۔ ہمیشہ تلقین کرتے کہ شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اپنے تین بچوں کو جو ڈاکٹر ہیں انہیں خاص طور پر بار بار اس امر کی یقین دہانی کراتے تھے کہ ہمیشہ اپنے مریضوں کے لیے دعائیں مشغول رہو۔ ان کے بیٹے کہتے ہیں۔ کئی دفعہ میں اپنے والد صاحب کو اپنے مریضوں کے لیے دعا کے لیے کہتا تو اگلے دن پھر وہ فون کر کے پوچھتے کہ مریض کا کیا حال ہے؟ میں نے دعا کی ہے۔

1969ء میں جبکہ انگلستان میں کنسلٹنٹ کا کام کرتے تھے تمام دنیاوی فوائد اور پیسوں کو چھوڑ کر اللہ پہ توکل کرتے ہوئے ربوہ آئے اور اللہ کی ذات پر کامل یقین تھا کہ تمام دنیاوی اور دینی کام خود بنائے گا اور بچے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور کبھی مالی تنگی نہیں آئی اور بچوں

نے اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی۔ ان کے تینوں بچے جو ڈاکٹر ہیں۔ وہ بھی آج کل اکثر امریکہ میں ہیں۔ اپنے والدین کی بہت خدمت کرتے تھے۔ آخر وقت تک والدہ کو خود کھانا دیتے رہے اور خاص خیال رکھتے رہے۔ میں نے بتایا ہے نا کہ ان کی والدہ ابھی حیات ہیں۔ ان کے پاس ہی تھیں۔ پھر ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ میرے امریکہ جانے میں، امتحانات کی تیاری وغیرہ میں میری بڑی مدد کی۔ ہم بچوں کی بڑی حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ دکھاوے سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ہمیشہ سادہ طریق پر زندگی گزاری اور ہر چھوٹے اور بڑے کام سے پہلے خلیفہ وقت کی خدمت میں دعا کا خط لکھتے تھے اور مشورہ کرتے تھے۔

اور ان کے دوسرے بیٹے ڈاکٹر محمد احمد محمود قریشی ہیں۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ ثالث نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ صرف ڈاکٹر ہی نہیں ہیں بلکہ دعا گو ڈاکٹر ہیں۔ ہر مریض کے لیے دعا کرتے۔ ہر پرچی پر دوائی لکھنے سے پہلے 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' لکھتے اور پھر اس کے نیچے 'ھو الشافی' لکھتے اور اسی طرح دوسرے ڈاکٹروں کو نصیحت کرتے تھے کہ مریضوں کے لیے دعا کیا کرو کیونکہ اصل شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اب آخری یہ کہتے ہیں کہ میری والدہ کی وفات کے بعد شور کوٹ سے ایک مریض آیا تو اس وقت بھی کہیں جا رہے تھے، گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ گاڑی سے اتر کر مریض کو دیکھا اور ان کو نسخہ لکھ کر دیا۔ اور اکثر مریضوں کو اپنی جیب سے دوائی خرید کے دیتے تھے۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ ایک عورت نے مجھے بتایا کہ ان کے والد کو ہارٹ ایک ہو تو وہ گھر میں تنہا تھے یعنی اس عورت کے والد تو انہوں نے گھر جا کے مریض کو دیکھا، بچوں کو فون کیا اور جب تک ان کے بچے گھر نہیں آگئے اس وقت تک ان کو چھوڑا نہیں۔ مریض کے پاس بیٹھے رہے۔ ہر سال بڑے اہتمام سے انگلستان اور قادیان کے جلسے میں شرکت کرنے کے لیے جاتے تھے۔ محنت کی بڑی عادت تھی۔ انہوں نے بڑی ہمت سے ہمیشہ کام کیا ہے۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ وفات کے بعد مجھے کہا کہ میرے ساتھ اپنی امی کی تمام چیزوں کے انتظامات میں مدد کرو۔ کام مکمل ہونے پر اس قدر شکر گزار ہوئے کہ میں شرمندہ ہوتی گئی اور یہ کام کرتے ہوئے ایک بار بار مجھے کہتے تھے کہ بیٹی سب کام جلدی جلدی آج ہی مکمل کر لو کیونکہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ اس وقت تو میں نے ان کی بات پر زیادہ دھیان نہیں دیا اور پھر زیادہ پوچھا بھی نہیں کیونکہ اپنی خوابیں وغیرہ بھی بہت زیادہ نہیں بتایا کرتے تھے مگر بعد میں بھائی نے بتایا کہ آپ نے اپنے بارے میں کوئی خواب دیکھی تھی اور کہا

تھا کہ میرا وقت اب کم ہے۔ وفات سے ایک گھنٹہ قبل بھی صبح نو بجے سے ایک بجے تک اپنے گھر سے ملحقہ کلینک میں مریض دیکھ رہے تھے۔ ایک بجے گھر آئے۔ وضو کر کے مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کا ارادہ تھا۔ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے اتارتے اچانک ان کو میسیو (massive) ہارٹ اٹیک ہوا اور اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

ہمسایوں سے بھی پیار کا تعلق تھا اور ہمسائے بھی ان کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ شعری اور ادبی شوق بھی تھا۔ درنہین، کلام محمود اور درّعدن کی نظمیں بڑے ترنم سے پڑھا کرتے تھے۔ کئی کیسٹ بھی انہوں نے ریکارڈ کروائے۔ اچھے شعر کو خوب سراہتے تھے۔ علمی ذوق رکھنے والے تھے۔ سید حسین احمد مربی سلسلہ ہیں، ان کے ہم زلف بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جب لندن سے جماعت کی، ہسپتال کی خدمت کے لیے پاکستان گئے ہیں اور لاہور سے جب ٹرین پر (ربوہ) اترے تو سیدھے پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر میں چلے گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے انہیں اندر بلا لیا اور پھر انہوں نے جب پوچھا کہ آگئے؟ تو انہوں نے کہا جی حضور حاضر ہو گیا ہوں۔ تو حضورؐ نے پھر فرمایا کہ آپ کا گھر میں نے سفیدی وغیرہ کروا کر بند کر دیا ہے آپ جائیں اور ناظر اعلیٰ سے چابی لے لیں اور وہاں اس میں رہیں۔ کہتے ہیں جب میں گھر گیا، کھولا تو اندر دو چار پائیاں پڑی ہوئی تھیں۔ پھر مزید چار پائیاں جا کے انہوں نے اپنے لیے خریدیں۔ گھر کا سامان لیا اور وہاں رہائش اختیار کر لی۔ کوئی نخرہ نہیں تھا، کوئی کچھ نہیں تھا کہ میں ولایت سے گیا ہوں۔ اور پہلے سال ہی جلسے پہ ان کے مہمان آگئے تو جلسے کے دنوں میں خود بھی پرالی پر سوتے تھے اور اپنا گھر جو تھا وہ مہمانوں کو دے دیا۔ اپنے سسر مولانا عبد الممالک خان صاحب کی بڑی خدمت کی۔ اپنی ساس کی بڑی خدمت کی۔ حسین صاحب کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب بتایا کرتے تھے کہ میرے ساتھی ڈاکٹر جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے مجھے پوچھتے تھے کہ تم ربوہ جیسی چھوٹی سی بستی میں جو کام کرتے ہو اس کا معاوضہ تمہیں کیا ملتا ہے؟ کہتے ہیں میں جواب دیا کرتا تھا کہ لوگوں کو اندازہ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی آپ لوگ سمجھ سکتے ہو کہ میں ربوہ میں بیٹھ کر جو کام کر رہا ہوں اس کا کیا معاوضہ ہے۔ جو دعائیں ہیں اس کا کوئی معاوضہ، اس کی قیمت نہیں ہے۔ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت نواب مبارک بیگم صاحبہ، حضرت سیدۃ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی

وفات کے وقت اسلام آباد میں حضور کے پاس رہے۔ اسی طرح ان کو اور بزرگوں کی خدمت کی توفیق ملی۔ ڈاکٹر عبد الخالق صاحب کہتے ہیں کہ اگر میں یہ لکھوں کہ غریبوں کا ڈاکٹر اس شہر سے رخصت ہو گیا تو مبالغہ نہ ہو گا۔ آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ اس علاقے کے غریب، نادار مریضوں کی بلا امتیاز مذہب و ملت خدمت کی ہے۔ آپ جب ہسپتال کے چیف میڈیکل آفیسر تھے تو ہسپتال کی مختلف اشیاء کی خرید کے لیے خود لاہور جاتے۔ مارکیٹ سے ریٹس (rates) کا جائزہ لے کر اچھی اور معیاری اشیاء خرید کر لاتے اور اکثر سارا دن اس میں خرچ ہو جاتا تاہم جماعتی اموال کو درد اور دیانت داری سے خرچ کرنا بھی آپ کا وصف تھا۔ ہسپتال میں الٹرا سائونڈ اور اینڈوسکوپ کے شعبہ جات کا آغاز بھی آپ نے کیا۔ ابتدا میں پیدل اور سائیکل پر بعض بزرگ ہستیوں اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے گھر جا کر دیکھا کرتے تھے، ہدایات دیتے تھے۔ فضل عمر ہسپتال کے حوالے سے کہا کرتے تھے کہ خلفائے احمدیت کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں اور میں نے علاج معالجہ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں بہت سے معجزے ہوتے دیکھے ہیں۔

ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ فضل عمر ہسپتال کی خدمت جو اندازاً تیس سال پر محیط ہے۔ اس دوران ان پر بعض ابتلا بھی آئے اور خدا تعالیٰ کا یہ عاجز اور درویش بندہ سر تسلیم خم کرتا رہا اور کوہ وقار بن کر خدا تعالیٰ کے حضور دعا گو رہا اور سلطان مبشر صاحب نے یہ صحیح لکھا ہے۔ بعض باتیں میرے علم میں بھی ہیں اور مجھے پتا ہے بڑے وقار سے انہوں نے کوئی حرف شکایت لائے بغیر بعض مشکلات جو پیش آئیں یا ابتلا جو آئے ان کو برداشت کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو بہت نوازا اور کبھی عہدیداروں کے متعلق کوئی شکایت یا اپنے ساتھیوں کے متعلق شکوہ یا کوئی زیادتی کبھی دوسروں سے بیان نہیں کی۔ ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب ہی لکھتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ صرف امیروں کا یا بزرگوں کا نہیں ہر ایک کا علاج ان کا وصف تھا جیسا کہ بتایا گیا ہے۔ اب ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دوپہر کے وقت رحمت علی صاحب ڈرائیور کی اہلیہ ایمر جنسی میں آئیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال آنے کی درخواست کی تو چند منٹ میں اپنے گھر دار العلوم شرقی سے تشریف لے آئے۔ گھر ہسپتال میں بھی نہیں تھا۔ یہ محلہ ربوہ کے بالکل دوسرے کنارے پر ہے۔ وہاں ان کا گھر تھا۔ وہاں سے فوراً آگئے۔ جماعت کے وفادار

تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ ہم نوجوان ڈاکٹر زاپنے افسرِ بالا کی حد سے متجاوز تادیبی سختیوں سے جُزبز ہوتے تو ہمیں بڑے پیار سے بیٹھ کر سمجھاتے کہ ہمیں ہر حال میں نظام کی اطاعت کرنی ہے اور صبر کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اور ان کی اہلیہ شوکت صاحبہ کی جب وفات ہوئی ہے تو اس کے اگلے دن ان کے دو بھانجوں کی دعوتِ ولیمہ تھی تو اسی دن آپ نے دلہا کے گھر جا کے بتایا کہ میری اہلیہ کی وفات ہو گئی ہے مگر آپ فنکشن ضرور کریں اپنے فنکشن کو بند نہ کریں کیونکہ ان کی اہلیہ دلہا کی جیسا کہ میں نے کہا خالہ تھیں۔ حسین صاحب کے دو لڑکے دلہا تھے۔ دونوں کی دعوتِ ولیمہ بھی تھی لیکن انہوں نے کہا کہ آپ ضرور فنکشن کریں۔ یہ نہیں ہے کہ اس کو روک دیں اور ان کے بیٹے ڈاکٹر محمود نے کہا کہ میں پھر دعوت میں نہیں جاتا، گھر رہتا ہوں۔ تو انہوں نے کہا نہیں خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیے اور اس کی تلقین کی اور کہتے ہیں یہ کہا کہ ایسے ہی موقعوں پر تو انسان کی آزمائش ہے اور صبر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا پتا چلتا ہے۔ پھر بیٹے کو ساتھ لے کر باقاعدہ دعوت میں بھی شامل ہوئے اور محلے میں اس امر کا اہتمام کیا کہ دعوتِ ولیمہ کے وقت تک وفات کی اطلاع کسی کو نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحمت اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان بچوں کے ماں باپ اوپر تلے فوت ہوئے ہیں۔ ان دونوں میاں بیوی کی جو نیکیاں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ ان کے بچوں میں بھی جاری رکھے۔ ان کی والدہ جیسا کہ میں نے کہا حیات ہیں اور کافی بیمار بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم اور فضل فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 14 فروری 2020ء صفحہ 5 تا 9)